(۱۵)

ترقی کیلئے عقل کی بجائے کلام الٰہی کی اتباع لازم ہے

(فرمودہ ۲۷۔ مارچ ۱۹۱۴ء بمقام قادیان)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔[1]

اور پھر فرمایا۔

پیچھے اللہ تعالیٰ نے بتلایا تھا کہ انسان کو جب کسی نہ کسی کی عبادت کرنی ضروری ہے اور یہ کہ ہر ایک تعلیم کے ماننے والے بھی ہوتے ہیں اور اس کا انکار کرنے والے بھی اور پھر بعض ان میں سے منافق بھی ہوتے ہیں تو فرمایا کہ انسان کو پاک تعلیم کی اتباع کرنا ضروری ہے تا کہ اس کا منکر بن کر تکلیف میں نہ پڑے۔ اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ ہم نے مان لیا اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی لازمی امر ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے لیکن ہمیں اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی آسمان سے ہی کلام آوے۔ کیوں! ہم اپنی عقلوں کے مطابق کام کر کے اور کچھ اصول بنا کے ان کے مطابق خدا تعالیٰ کی عبادت

نہ کریں، آسمان سے کسی تعلیم کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہاں دے دیا ہے۔ فرمایا: خوب یاد رکھو کہ انسان کے اندر ایک ترقی کرنے کا مادہ ہے انسان ترقی تب ہی کر سکتا ہے اگر اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے کلام اور ہدایت آوے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کلام نہ آوے تو انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ مثال کیلئے دیکھو۔ زمین میں روئیدگیاں باہر نکالنے کا مادہ ہے لیکن اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو زمین اپنے مادے باہر نہیں نکال سکتی اور اسے ظاہر نہیں کر سکتی، برسات سے ہی یہ چیزیں نکل سکتی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے بتلا دیا کہ آسمان سے کسی چیز کا آنا ضروری ہے۔ پانی کیسی عمدہ چیز ہے اور صاف ہے لیکن وہی پانی جب استعمال کیا جاوے تو کیسا گندہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر اس مستعمل پانی کو استعمال میں لایا جاوے اور ہمیشہ وہی پانی ملے تو وہ ضرر رساں ہو جاتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس پانی کی بجائے اللہ تعالیٰ صاف پانی بھیج دیتا ہے اور اس پانی کو بادلوں کے ذریعہ صاف کر کے بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح شرائع الٰہیہ کا معاملہ ہے کہ وہ جب آتی ہیں تو پاک وصاف ہوتی ہیں۔ بعد میں جب لوگ اپنی رائیں ان میں ملا دیتے ہیں اور اپنی عقلوں سے کام لیتے ہیں تو وہ ان کو خراب کر دیتے ہیں۔ فِیْ نَفْسِہٖ تو وہ پاک وصاف ہوتی ہیں۔ لیکن لوگ انہیں خراب کر دیتے ہیں اور انہیں قابل استعمال نہیں چھوڑتے۔ تب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور آتا ہے جو اس کو صاف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ قرآن کریم جیسی سچی اور پُر معارف کتاب جس نے دنیا کو تاریکی سے پاک وصاف کر کے نور سے پُر کر دیا لیکن دنیا نے اس میں اپنی عقلوں کا دخل دے کر اسے ناقابل عمل کر دیا۔ اب دنیا میں ایک مامور آیا اس نے اس پاک تعلیم کو پھر دوبارہ پاک وصاف کر دیا اور اسے ایسا کر دیا کہ اس پر آسانی سے عمل ہو سکے۔ مسلمانوں کی تفسیریں دیکھو کہ ان میں کئی ایسی باتیں بھری ہیں جو اسلام کے اصول حقّہ کے خلاف ہیں۔

تو اس پانی کو صاف کرنے کیلئے ایک آسمانی پانی کی ضرورت پڑی۔ وہ پانی آسمان سے آیا اور اس نے اس کو صاف کر دیا اور اس نے تمام دنیا کو سمجھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے اندرون کو دیکھو کہ تم کیسے صاف پانی کو گندہ کر دیتے ہو۔ اسی طرح انسانی فطرت ہے کہ وہ کیسی صاف و پاک ہوتی ہے لیکن لوگ اسے اپنی عقلوں کا اس میں دخل دے کر گندہ کر دیتے ہیں۔ پچھلی تعلیمیں بھی اسی لئے ناقابل استعمال ہوئیں کہ لوگوں نے انہیں گندہ کر دیا۔ یہ

ایک دلیل ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لو کہ ہم اپنی عقلوں سے کام لے کر کچھ کر لیں گے۔ زمین پر اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو وہ اپنے پھل و پھول نہ نکالے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بارش آوے تو جو اعلیٰ درجہ کی فطرت ہوگی وہ اپنے اندر اصلاح کر لے گی اور نیکی کی طرف ہو جائے گی۔ ان کا اعتراض رد کیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ اعتراض مشرکوں کا ہے مشرک ایسے اعتراض کیا کرتے ہیں اور یہ اعتقاد برہموؤں کا ہے۔ اس آیت میں بتلایا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے جو ہیں وہ مشرک ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں کسی آسمانی شریعت یا آسمانی کلام کی ضرورت نہیں۔ ہم خود بخود خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ مشرک ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو اَوروں کی طرف منسوب کرتے ہیں پس فرماتا ہے کہ اگر تمہیں اس میں شک ہو تو تم ایسی پاک تعلیم جیسی پاک اور بے عیب تعلیم لاؤ۔ وہ پاک نبی تو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر الہام کی گئی ہے تو تم بھی کم از کم اور کچھ نہیں تو اتنا ہی سہی یہ دکھلا دو کہ یہ تعلیم ہمارے فلاں بت نے ہمیں بتلائی ہے یا فلاں دیوتا نے الہام کی ہے ۔ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ ۔ تم اپنے شرکاء سے کہلاؤ کہ ہم نے الہام کیا۔ یا یہ بتلاؤ کہ ہمیں فلاں بت نے الہام کیا۔ آج تک دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا نہ ہی دنیا میں کبھی کوئی ایسی تعلیم آئی۔ وہ بت بھی ایک پتھر ہے جس میں نہ حس ہے نہ حرکت۔ اس میں اور دوسرے پتھروں میں کوئی مَابِهِ الْاِمْتِيَازْ نہیں ہے جیسے دوسرے پتھر ایسے ہی وہ پتھر۔ جیسے ان کو جو جی چاہے کر لیں ویسے ہی ان کو۔ تو فرمایا کہ اگر تم بھی سچے ہو تو ہماری پاک تعلیم کے مقابلہ پر یہ دعویٰ کرو کہ یہ ہماری تعلیم سچی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو ڈر جاؤ تم آگ میں جاؤ گے اور ساتھ ہی پتھر بھی جائیں گے جن کو تم نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ کوئی کہے کہ ان پتھروں کا کیا قصور؟

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان اگر خود بھی دکھ میں ہو اور پھر اس کو بھی دکھ میں پائے جس کی وہ پیروی کرتا ہے تو اسے زیادہ دکھ ہوگا۔ اسی لئے فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے یہ بت بھی آگ میں جائیں گے۔ کفار مکہ کو ایک تو اپنے مغلوب ہونے کی ندامت اور عذاب تھا۔ دوسرے جب ان کے سامنے ان کے بت جن کو وہ بڑا محترم سمجھتے تھے اور ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کے سامنے توڑے گئے تو ان کو کیسی کچھ تکلیف ہوئی ہوگی۔ میں نے شرک کے مسئلہ پر بہت غور کیا ہے۔ ہر ایک چیز کو فرداً فرداً لو اور اس پر غور کرو کہ ان کی خدائی کا

کیا ثبوت ہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ چیزیں جو ہماری خادم ہیں وہ ہماری مخدوم اور ہماری خالق کیسے ہو سکتی ہیں۔ تو فرمایا تم اگر ایسا کرو گے اور اس سے باز نہیں آؤ گے تو یاد رکھو کہ تم کو ایک آگ میں ڈالا جاوے گا اور تمہارے یہ بت پتھر بھی اس آگ میں ڈالے جاویں گے۔ اس میں ایک پیشگوئی کی ہے کہ اس دنیا میں ہی ایک ایسی لڑائی ہوگی کہ اس میں تم بھی مارے جاؤ گے اور تمہارے بت بھی ساتھ ہی پیس ڈالے جائیں گے۔ یہ اس سوال کا جواب دیا ہے کہ خدا سے الہام کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ جو آقا کہ اپنے نوکر کی خبر گیری نہیں کر سکتا اور وقت پر اس کی مدد نہیں کر سکتا وہ آقا کس کام کا ہے اور اسی طرح جو خالق کہ اپنی مخلوق کو ان کی تباہی سے بچانے کیلئے کوئی راہ نہ بتلاوے اور الہام نہ کرے تو وہ خالق کس کام آ سکتا ہے۔

اس کے بعد میں ایک اور ضروری امر کی طرف جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اب طاعون کثرت سے پھیل رہا ہے قادیان کے اردگرد بھی طاعون آ گیا ہے۔ قوم لوط پر جب عذاب آیا تو پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی کیا بدلوگوں کی وجہ سے نیکوں کو بھی ہلاک کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بدوں کی وجہ سے نیکوں کو ہلاک نہیں کیا جاوے گا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی! اگر اس بستی میں پچاس آدمی نیک ہوں اور باقی بد، تو کیا یہ بستی نہ بچ سکے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں اگر پچاس آدمی ہوں تو اس بستی کو بچا لیا جاوے گا۔ پھر ابراہیم نے عرض کیا کہ اگر پانچ آدمی کم ہوں اور پینتالیس آدمی ہی ہوں تو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں اگر پینتالیس ہی نیک آدمی ہوں تو ان کو بچا لیا جاوے گا۔ تو پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اگر پانچ آدمی اور کم ہوں اور صرف چالیس آدمی ہی نیک ہوں تو کیا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چالیس نیک آدمیوں کی خاطر بھی اس بستی کو بچا لیا جاوے گا۔ پھر حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ! اگر پانچ آدمی اَور کم ہوں اور صرف پینتیس ہی نیک ہوں تو کیا پھر یہ بستی نہ بچائی جاوے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں اگر پینتیس آدمی بھی ہوں تو یہ لوگ بچ جائیں گے۔ تو پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ مولیٰ! اگر پانچ اور کم ہوں اور صرف تیس نیک آدمی ہی ہوں تو کیا اس کو تباہ کر دیا جاوے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں اگر تیس آدمی ہی ہوں گے تو یہ ہلاک نہ ہوں گے۔ تو پھر حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ اگر دس آدمی اور نہ ہوں اور صرف بیس آدمی

ہوں تو کیا ان کو ہلاک کیا جاوے گا۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں ۔بیس آدمی بھی اگر ہوں گے تو ان کو ہلاک نہ کیا جاوے گا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر دس آدمی ہی مل سکیں اور زیادہ نہ مل سکیں تو کیا یہ ہلاک کر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں ۔اگر دس آدمی مومن بھی اس بستی میں ہوں گے تو یہ بستی ہلاک نہ ہوگی ۲؎ ۔حضرت ابراہیم نے تو سمجھا ہوگا کہ دس آدمی تو ضرور ہی اس میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۳؎ ضرور ایک گھر مسلمانوں مومنوں کا اس بستی میں ملا۔دو تین آدمی تھے اس لئے وہ بستی ہلاک کر دی گئی ۔تو معلوم ہوا کہ اگر ایک بڑی بستی میں دس مومن بھی رہتے ہوں تو وہ بستی عذاب سے محفوظ رہے گی۔

حضرت لُوطؑ تو صرف ایک بستی کی طرف بھیجے گئے تھے لیکن ہمارے سردار اور آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔میں چاہتا ہوں کہ یہاں پچاس آدمی ہی کم از کم ایسے ہوں جو راتوں کو اُٹھ کر دعائیں کریں۔خدا تعالیٰ کے قانون میں تبدیلی نہیں ہوتی ۔یہاں اگر پچاس آدمی ہی ایسے ہوں جو دعا کریں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس عذاب سے بچالے گا۔

(الفضل یکم اپریل ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرۃ:۲۲ تا ۲۵

۲؎ پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۳ تا ۳۲ (مفہومًا)

۳؎ الذّٰریٰت:۳۷